یَا عِبَادِیَ!

خالق کا بندوں سے خوبصورت خطاب

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ
امیر تنظیم اسلامی

مکتبہ خُدّامُ القُرآن لاہور

یَا عِبَادِی!

خالق کا بندوں سے خوبصورت خطاب

حدیثِ قدسی کی روشنی میں

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

امیر تنظیم اسلامی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خطبہ مسنونہ کے بعد!

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْمَا یَرْوِیْہِ عَنْ رَّبِّہٖ عَزَّوَجَلَّ : اَنَّہٗ قَالَ :

((یَا عِبَادِیْ! اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ، وَجَعَلْتُہٗ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوْا، یَا عِبَادِیْ! کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُہٗ، فَاسْتَھْدُوْنِیْ اَھْدِکُمْ، یَاعِبَادِیْ! کُلُّکُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُہٗ، فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ اُطْعِمْکُمْ، یَاعِبَادِیْ! کُلُّکُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ کَسَوْتُہٗ، فَاسْتَکْسُوْنِیْ اَکْسُکُمْ، یَا عِبَادِیْ! اِنَّکُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ، وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا، فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْلَکُمْ، یَا عِبَادِیْ! اِنَّکُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّیْ فَتَضُرُّوْنِیْ، وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِیْ فَتَنْفَعُوْنِیْ، یَا عِبَادِیْ! لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ، وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ، کَانُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْکُمْ، مَا زَادَ ذٰلِکَ فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا، یَاعِبَادِیْ! لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ، وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْکُمْ، مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُّلْکِیْ شَیْئًا، یَا عِبَادِیْ! لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ، وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ، قَامُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَاحِدٍ فَسَاَلُوْنِیْ، فَاَعْطَیْتُ کُلَّ اِنْسَانٍ مَّسْاَلَتَہٗ، مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِمَّا عِنْدِیْ اِلَّا کَمَا یَنْقُصُ الْمِخْیَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ، یَا عِبَادِیْ! اِنَّمَا ھِیَ اَعْمَالُکُمْ اُحْصِیْھَا لَکُمْ، ثُمَّ اُوَفِّیْکُمْ اِیَّاھَا، فَمَنْ وَّجَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ وَمَنْ وَّجَدَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَہٗ))

سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حدیثِ قدسی روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میرے بندو! مَیں نے اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے کہ کسی پر ظلم کروں اور مَیں نے اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے' لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اُس کے جسے مَیں ہدایت دوں۔ پس تم مجھ سے ہدایت طلب کرو تو مَیں تمہیں ضرور ہدایت دوں گا۔ میرے بندو! تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے سوائے اُس کے جسے مَیں کھانا دوں۔ پس تم مجھ سے کھانا مانگو تو مَیں تمہیں ضرور کھانا دوں گا۔ میرے بندو! تم میں سے ہر ایک برہنہ ہے سوائے اُس کے جسے مَیں لباس پہناؤں۔ پس تم مجھ سے لباس طلب کرو تو مَیں تمہیں لباس دوں گا۔ میرے بندو! تم دن

رات گناہ کرتے ہو اور مَیں تمام گناہ معاف کرنے والا ہوں۔ پس تم مجھ سے مغفرت طلب کرو تو مَیں تمہیں بخش دوں گا۔ میرے بندو! تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے کوئی نقصان پہنچاؤ اور نہ تم میرے نفع کو پہنچ سکتے ہو کہ مجھے کوئی نفع پہنچاؤ۔ میرے بندو! تم میں سے اگلے پچھلے انسان اور جن' اگر سب کے سب اپنے میں سے متقی ترین دل والے شخص کی مانند بن جائیں تو اس سے میری حکومت میں بالکل اضافہ نہ ہوگا۔ میرے بندو! اگر تم میں سے اگلے پچھلے انسان اور جن' سب کے سب اپنے میں سے فاجر ترین دل والے شخص کی مانند بن جائیں تو اس سے میری حکومت میں بالکل کمی نہیں آئے گی۔ میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان اور جن' تمام کے تمام کھلے میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگیں اور مَیں ہر ایک کو اُس کے مانگنے کے مطابق دیتا جاؤں تو اس سے میرے خزانوں میں بس اتنی سی کمی آئے گی جتنی سمندر میں سوئی ڈبو کر نکالنے سے سمندر میں کمی آتی ہے۔ میرے بندو! یہ تو تمہارے ہی اعمال ہیں جن کو مَیں تمہارے لیے محفوظ کر رہا ہوں' پھر مَیں تمہیں ان ہی کی پوری پوری جزا دوں گا۔ پس جو شخص اچھا نتیجہ پائے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور جسے اچھا نتیجہ نہ ملے تو وہ صرف اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔''

حدیثِ قدسی کا تعارف

آج ہم' ان شاء اللہ' ایک بہت خوبصورت کلام کا مطالعہ کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کیا ہے' جس کا ذکر نبی اکرم ﷺ نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا ہے۔ یہ مبارک حدیث صحیح مسلم شریف میں نقل کی گئی ہے۔ حدیثِ قدسی اللہ کا کلام ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ اس کو نقل فرماتے ہیں۔ یہ وحی غیر متلو ہوتی ہے' جس کی ہم نماز میں تلاوت نہیں کر سکتے۔ وحی متلو قرآن حکیم کو کہا جاتا ہے۔ حدیثِ قدسی میں کلام' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ہوتا ہے جسے رسول اللہ ﷺ نقل اور روایت فرماتے ہیں' البتہ وہ قرآن کا حصّہ نہیں ہوتا۔ یہ بات معروف ہے کہ قرآن حکیم کے علاوہ بھی نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ قرآن حکیم میں جو کچھ آ گیا اسے ہم وحی متلو کہتے ہیں اور جو سُنّت وحدیثِ رسول ﷺ میں ہمیں میسّر آتا ہے اس کو وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ حدیثِ قدسی کے حوالے سے بھی محدثین نے مجموعے مرتّب فرمائے ہیں۔ بعض نے سو (۱۰۰) سے بھی زائد احادیثِ قدسیہ کو جمع فرمایا ہے۔

جس حدیث کا آج ہم مطالعہ کر رہے ہیں یہ امام یحییٰ بن شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اربعین نووی'' میں بھی نقل فرمائی ہے۔ یہ حدیث نمبر ۲۴ ہے۔ دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ ''اربعین'' چالیس کو کہا جاتا ہے' البتہ امام نوویؒ نے بیالیس احادیث کو جمع فرمایا۔ چالیس چالیس احادیث کے مجموعوں اور بیانات کا ذکر ہمیں اُمّت میں مستقل ملتا ہے۔ اس کے پیچھے نبی اکرم ﷺ کی روایات موجود ہیں۔ استادِ محترم و بانی تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد ؒ نے خطباتِ جمعہ میں ’’اربعین نووی‘‘ کا مطالعہ کروایا ہے جو کتابی صورت کے علاوہ آڈیو‘ ویڈیو میں بھی دستیاب ہے۔

اس حدیث میں خاص بات یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بندوں سے براہِ راست کلام کر رہا ہے اور دس مرتبہ فرمارہا ہے: یا عِبادی! یعنی اے میرے بندو! یہ انداز بڑا خاص ہے۔ پھر خصوصیت سے اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کا بیان بھی آرہا ہے۔

ہمارا دین حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تعلیم دیتا ہے۔ حقوق اللہ کے حوالے سے یہ امکان تو ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے حق کو معاف فرمادے‘ مگر حقوق العباد کے ضمن میں یہ بات معروف اور درست ہے کہ متعلقہ بندے سے معافی لینا بھی ضروری ہے۔ مالی معاملات اور مال کا لوٹایا جانا بھی لازم ہے۔ دین نے اس کی حساسیت بیان فرمائی ہے۔ پھر ہم کھانے پینے اور لباس کے محتاج ہیں۔ ہماری مادّی حاجات بھی ہیں۔ ان کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے۔ ہماری روحانی حاجات کا ذکر بھی فرمارہا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنی شانِ کریمی کا ذکر فرمارہا ہے کہ وہ معاف فرمانے والا ہے اور اُس نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ تم اُس سے بخشش کا سوال کرو‘ وہ تمہیں معاف کرنے پر قادر ہے۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی شانِ بے نیازی کا ذکر فرمارہا ہے کہ اگر وہ تم سے عبادت کا تقاضا کر رہا ہے تو تمہارے ہی بھلے کے لیے کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تمہاری عبادات‘ تمہارے اعمال کی حاجت نہیں ہے۔ تم محتاج ہو‘ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ تم سارے کے سارے مل کر فاسق وفاجر ہو جاؤ‘ مشرک ہو جاؤ‘ کافر ہو جاؤ تو پھر بھی اللہ کی شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر تم سارے کے سارے مل کر سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جاؤ تو اللہ کی شان میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خزانے بیش بہا ہیں اور تمہاری حاجات کم ہیں۔ اللہ کے خزانے نہ ختم ہونے والے ہیں۔ معاشیات میں ہمیں کچھ اور سکھایا گیا کہ ہماری ضروریات زیادہ ہیں جبکہ ہمارے وسائل کم۔ یہ مادّہ پرستانہ سوچ ہے۔ ایمان تو یہ کہتا ہے کہ تمہاری اوقات اور حیثیت کچھ نہیں‘ تمہاری ضروریات محدود ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے خزانے بیش بہا اور لامحدود ہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں مانگنے کی طرف متوجہّ فرمارہا ہے۔

آخر میں ذکر آئے گا کہ تمہارے اعمال کے نتائج روزِ محشر سامنے آنے ہیں۔ یہ دنیا عارضی اور فانی ہے۔ جو کچھ کر رہے ہو‘ جو کہہ رہے ہو‘ جو تمہارے باطن میں ہے‘ جو ظاہر میں ہے وہ سب اللہ کے ریکارڈ پر ہے اور اس کا نتیجہ سامنے آنے والا ہے۔ نتیجہ اچھا ملے تو اللہ کا شکر ادا کرنا اور اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنا۔ نتیجہ بُرا نظر آئے تو اپنے آپ کو ہی ملامت کرنا۔ یہ نکتے ہیں جو‘ ان شاء اللہ‘ اس حدیث کے مطالعہ کے ذیل میں

آئیں گے۔ اب ہم اس کا مطالعہ شروع کرتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْمَا یَرْوِیْہِ عَنْ رَّبِّہٖ عَزَّوَجَلَّ : اَنَّہٗ قَالَ :

''سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث قدسی روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔''

ہم عموماً احادیث میں اس طرح پڑھتے ہیں کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا' لیکن حدیثِ قدسی میں اس زنجیر کا معاملہ اللہ تعالیٰ تک جاتا ہے۔ صحابی عرض کر رہے ہیں کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کر رہا ہوں اس بارے میں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روایت کیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ فرمایا۔

پہلی بات: ظلم نہ کرو

خالق کائنات بندوں سے مخاطب ہے:

((یَاعِبَادی)) ''اے میرے بندو!''

خطاب کے اس انداز کو محسوس کرنا چاہیے۔ محسوس کریں گے تو اپنی اوقات بھی یاد رہے گی کہ ہم بندے ہیں۔ یہ جو نعرے لگتے ہیں کہ میرا جسم میری مرضی' میرا افلاس میری مرضی' اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اوقات یاد رکھو کہ تم بندے ہو' بندے بن کر رہو۔ اللہ فرماتا ہے:

((یَا عِبَادِیْ! اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ، وَجَعَلْتُہٗ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوْا))

''میرے بندو! مَیں نے اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے کہ کسی پر ظلم کروں' اور مَیں نے اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے' لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔''

ظلم یہ ہے کہ: وضع الشیئ فی غیر محلّہٖ' یعنی کسی شے کو اُس کی جگہ سے ہٹا دینا۔ عام طور پر ہم ترجمہ کرتے ہیں کہ زیادتی کر جانا' حق تلفی کر جانا' حق مار جانا۔ یہ ہم سب کو معلوم ہے' کیونکہ کئی مرتبہ ہمارا حق مارا جا رہا ہوتا ہے' ہمارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہوتی ہے اور کئی مرتبہ ہم دوسروں کا حق مار رہے ہوتے ہیں۔ اِس وقت اس کا یہی پہلو مطلوب ہے۔ ویسے قرآن حکیم میں ظلم کا لفظ شرک کے لیے بھی آیا ہے۔ حضرت لقمان کی وصیت بایں الفاظ نقل ہوئی: ﴿یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۚ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۳﴾﴾ (لقمٰن) ''اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک مت کرنا۔ یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' اس آیت میں ظلم کا

مفہوم اس معنی میں آ رہا ہے کہ معاذ اللہ‘ خالق کو مخلوق کے برابر کر دینا یا مخلوق میں سے کسی کو اٹھا کر خالق کے برابر کر دینا۔ یہ بھی ظلم ہے‘ بلکہ شرک تو سب سے بڑا ظلم ہے۔ البتہ زیر بحث حدیث میں اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں فرما رہا ہے کہ مَیں کسی کا حق نہیں ماروں گا‘ کسی کے ساتھ زیادتی یا بے انصافی نہیں کروں گا۔ مَیں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام ٹھہرایا ہے اور تمہارے لیے بھی ظلم کو حرام ٹھہرایا ہے‘ چنانچہ باہم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ کسی کی جان سے کھیلنا‘ کسی کا مال ہڑپ کر لینا‘ کسی کی آبرو ریزی کرنا‘ یہ تمام کی تمام چیزیں ظلم کے ذیل میں آئیں گی۔ آبرو ریزی یہ بھی ہے کہ جھوٹا الزام لگایا جائے‘ یا کسی کا جھوٹا اسکینڈل بنایا جائے‘ یا کسی کی غیبت کی جائے‘ یا کسی کو گالی دی جائے‘ وغیرہ۔ ہمارے ہاں گالی دینا تو بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ مال ہڑپ کر جانا وراثت کی تقسیم میں بھی ہوتا ہے اور یہ بھی کہ کسی کے پلاٹ پر قبضہ کر لیا جائے۔ پھر یہ پوری قوم کو بیچ کھانا بھی ہوا کرتا ہے۔ یہ سب درجہ بدرجہ ظلم ہی ہے۔ جان سے کھیلنا جسمانی طور پر اذیت پہنچانا بھی ہوگا اور‘ معاذ اللہ‘ کسی کی جان تک لے لینے کا معاملہ بھی ہوگا۔ یہ سارے پہلو بندوں کے معاملات سے متعلق ہیں۔

خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تمہاری جان‘ تمہارا مال‘ تمہاری آبرو ایسے ہی ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسے عرفہ کا دن‘ ذوالحجہ کا مہینہ اور یہ سرزمین مقدّس حرام ہیں‘‘۔ جیسے ان کا تقدّس پامال کرنا حرام ہے‘ اسی طرح تمہارا ایک دوسرے کی جان‘ مال‘ آبرو سے کھیلنا بھی حرام ہے۔ یاد رکھیے کہ یہ نماز‘ روزہ‘ زکوٰۃ اور حج کے بعد کے معاملات ہیں۔ یہ قربانی‘ صدقہ وخیرات اور عمروں کے علاوہ معاملات ہیں۔ بلاشبہ عبادات بھی مطلوب ہیں اور کوئی ان کی اہمیت کم نہیں کر سکتا مگر پیچھے عقیدہ اور ایمان کتنا مضبوط ہے اور عبادات نے میری زندگی پر کیا اثر ڈالا ہے‘ یہ پتا اُس وقت چلے گا جب مَیں مسجد سے باہر آتا ہوں‘ اعتکاف سے باہر آتا ہوں‘ حج سے واپس آتا ہوں۔ جب مَیں خیر کے ماحول سے نکل کر معاملات کرنے نکلتا ہوں‘ dealing کرتا ہوں‘ کاروبار کرتا ہوں‘ جاب کرتا ہوں‘ رویے اختیار کرتا ہوں۔ نیند اور پنج وقتہ نماز کا وقت نکال دیں تو ہمارے کم وبیش پندرہ گھنٹے لوگوں کے درمیان گزرتے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہم سب کا امتحان نماز‘ روزے‘ حج‘ داڑھی رکھنے اور ٹوپی سر پر رکھنے میں کم ہے جبکہ بندوں کے ساتھ معاملات کرنے میں زیادہ ہے۔

ہم کہاں کہاں ظلم کر رہے ہیں‘ اس حوالے سے مَیں اپنے بارے میں جان سکتا ہوں‘ آپ اپنے بارے میں جان سکتے ہیں‘ اور ہم سے زیادہ ہمارا ربّ جانتا ہے۔ حقوق العباد کا موضوع احادیث میں آیا ہے۔ آج مہلت ہے‘ معاملات سیدھے کر لو۔ کل نہ درہم ہوگا نہ دینار‘ یعنی روپیہ پیسہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے معاملات سیدھا کرنے کی توفیق دے۔ ماں باپ کو ستانا‘ بیوی کے ساتھ زیادتی کرنا‘ پڑوسی کا حق

مارنا‘ رشتہ دار کو تنگ کرنا یہ سارے ظلم ہیں۔ اسی طرح اگر اپنے ملازمین سے بارہ گھنٹے کام لے کر آٹھ گھنٹے کی تنخواہ بھی وقت پر نہیں دے رہے تو یہ بھی ظلم ہے۔ ملازم چاہے مزدور ہو یا بڑے گریڈ کا افسر‘ اگر وہ بھی تنخواہ پوری لے رہا ہے لیکن کام وقت پر اور پورا نہیں کر رہا تو یہ بھی ظلم ہے۔ پس یہ مثالیں کافی ہیں۔

دوسری بات: ہدایت کا سوال

((يَا عِبَادِيْ! كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُهٗ ، فَاسْتَهْدُوْنِيْ اَهْدِكُمْ))

’’میرے بندو! تم سب گمراہ ہو‘ سوائے اُس کے جسے مَیں ہدایت دوں‘ پس تم مجھ سے ہدایت طلب کرو تو مَیں تمہیں ضرور ہدایت دوں گا۔‘‘

ہدایت دینے کا اختیار اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے اور یہ اللہ کا احسان ہے کہ اسے اُس نے اپنے پاس ہی رکھا۔ کسی کو کافر قرار دینا یا جہنّم پہنچانا تو چھوٹی بات ہے‘ بندے تو خدائی کے دعوے پر آ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہدایت ہے۔ قارون کے پاس دولت تھی‘ فرعون کے پاس اقتدار تھا‘ ابولہب کے پاس سرداری تھی‘ لیکن ان کے پاس ہدایت نہیں تھی تو ان کے ساتھ کیا ہوا‘ ہم سب کو معلوم ہے۔ اس کے برعکس سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ‘ چہرہ بظاہر سیاہ تھا‘ مال نہیں تھا‘ خاندان اونچا نہیں تھا‘ غلام تھے‘ لیکن ان کے پاس ایمان کی دولت تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: بلال! تمہارے قدموں کی آواز مَیں نے جنّت میں سنی۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ پکارتے ہیں: ’’سیدنا بلال‘‘ یعنی ہمارے آقا بلال۔ یہ تھا وہ معاشرہ جو کردار اور عقیدے کی بنیاد پر قائم تھا۔ آج ہم اس معاشرے کو ترس رہے ہیں۔ جب مال ہی معیار بنے تو پھر چوری بھی ہوگی‘ ڈاکا بھی پڑے گا‘ گردن بھی اُڑے گی‘ بھائی اپنے بھائی کو قتل بھی کرے گا‘ کیونکہ مال ہے تو عزّت ہے۔ اس حوالے سے فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ﴾ (الحجرات: ۱۳)

’’یقیناً تم میں سب سے زیادہ باعزّت اللہ کے ہاں وہ ہے جو تم میں سب سے بڑھ کر متقی ہے۔‘‘

بہرحال‘ دوسری ہدایت یہ ہے کہ تم سارے کے سارے گمراہ ہو اور مَیں ہدایت دیتا ہوں۔ تم مجھ سے ہدایت مانگو‘ مَیں تمہیں ہدایت عطا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور آسمانی کتب کو ہدایت کا ذریعہ بنایا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۵۲﴾ (الشوریٰ)

’’اور آپؐ یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔‘‘

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قرآن کریم کے بارے میں فرمایا: ((هُوَ الصِّرَاطُ الْمُستقيم)) ’’یہ

سیدھا راستہ ہے‘‘۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعے دیا۔ قرآن حکیم کا عملی نمونہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت سے ملا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی ہر نماز میں تلاوت کرتے تھے: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾۔ ہمارے استاد ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس دن دنیا سے تشریف لے گئے اُس دن کی آخری نماز کی آخری رکعت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سورۃ الفاتحہ تلاوت کی تھی۔ جن کے ذریعے قرآن ملا‘ جن کے ذریعے ایمان کی دولت ملی‘ جن کے ذریعے یہ راستہ ملا‘ وہ ہدایت کی یہ دعا نمازوں میں جاری کر گئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہم ہدایت کی دعا کرنے کے کتنے محتاج ہیں۔ سورۃ الفاتحہ وہ دعا ہے جو دل سے نکلنی چاہیے۔ انفرادی نمازوں میں کبھی کبھار اگر دس مرتبہ بھی اسے دہرا لیں تو مضائقہ نہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا صدیوں پرانا ایک چھوٹا سا کتابچہ ہے: ’’کتاب الصلوٰۃ‘‘۔ اس کا اردو ترجمہ بھی موجود ہے۔ اس میں امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: ’’تم کیسے ایک ہی سانس میں سورۃ الفاتحہ پڑھ جاتے ہو! اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھتے ہوئے تمہیں اللہ کی نعمتوں کا خیال نہیں آتا؟ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتے ہوئے اللہ کی عظمت کا احساس نہیں ہوتا؟ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتے ہوئے اُس کی شفقت کا ادراک نہیں ہوتا؟ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہتے ہوئے تمہاری ٹانگیں کبھی کانپتی ہیں کہ نہیں؟ اِيَّاكَ نَعْبُدُ کہتے ہوئے تمہیں اپنے اس دعوے پر اعتماد ہے کہ تم واقعتاً اُس کی بندگی کر رہے ہو؟ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہتے ہوئے کیا تمہیں یقین ہے کہ تم اپنے مالک اللہ تعالیٰ ہی کو نفع ونقصان کا مالک سمجھتے ہو‘ کسی سیٹھ یا وزیر کو نہیں؟ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہتے ہوئے تمہیں احساس ہے کہ تم کس قدر محتاج ہو اور تمہیں کس قدر ہدایت کی ضرورت ہے؟ اللہ کے فضل سے اہلِ ایمان جب جنّت پہنچیں گے تو ان کی زبان پر شکر کا ترانہ ہوگا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ﴾

(الاعراف: ۴۳)

’’کُل شکر اور کُل تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچادیا‘ اور ہم یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے اگر اللہ ہی نے ہمیں نہ پہنچادیا ہوتا۔‘‘

سورۃ الفاتحہ کا ترجمہ تو سب کو یاد ہوگا۔ کوئی کہے کہ مجھے یاد نہیں تو مَیں پوچھوں گا کہ اردو آتی ہے؟ وہ کہے گا ہاں! تو مَیں کہوں گا کہ آپ کو ترجمہ آتا ہے۔ سورۃ الفاتحہ کے ۸۵ فیصد الفاظ ہم اردو زبان میں استعمال کرتے ہیں۔ حمد‘ اللہ‘ رب‘ عالم‘ رحمٰن‘ رحیم‘ مالک‘ یوم‘ صراط‘ مستقیم‘ یہ سارے الفاظ اردو میں مستعمل ہیں۔ دو چار الفاظ ہم استعمال نہیں کرتے۔ مثلاً: اِيَّاكَ ہم استعمال نہیں کرتے۔ نَسْتَعِيْنُ: استعانت ہم اردو میں استعمال کرتے ہیں۔ ضَآلِّيْنَ: ضال (گمراہ) اردو میں بھی استعمال ہو جاتا ہے‘ تھوڑا مشکل لگے گا۔ پہلی تین

آیات کے سارے الفاظ ہم اردو میں استعمال کرتے ہیں۔ آج یہ ارادہ کرلیں کہ نماز ٹھہر ٹھہر کر ادا کروں گا اور سورۃ الفاتحہ کی دعا دل سے مانگوں گا۔ اللہ ہم سب کو توفیق دے!

یہ دوسری بات ہدایت ہے جو اللہ نے ہماری سب سے بڑی حاجت کا ذکر فرما دیا۔ اسے پچھلی بات سے جوڑیے۔ ظلم کرنے والے کو ہدایت نہیں ملتی ۔ پہلے اللہ نے ظلم کرنے سے منع کیا' اب ہدایت کا ذکر کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (آل عمران)

''اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

تو prerequisite یہ ہے کہ ظلم چھوڑو تو تمہیں ہدایت ملے گی اور ہدایت کے تم محتاج ہو تو اسے اللہ سے مانگو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مانگنے والا بننے کی توفیق عطا فرمائے! ہم بڑے کنجوس ہو گئے ہیں۔ بعض اختلافی نوعیت کے مسائل کا مَیں ذکر نہیں کرتا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اجتماعی دعا کے قائل نہیں ہیں۔ نہ ہوں' لیکن دعا کے تو قائل ہیں نا! اپنے آپ کو چیک کریں کہ ۲۴ گھنٹے میں ہم نے شعوری طور پر اللہ عزّوجل سے ہدایت کی دعا کتنی مرتبہ مانگی اور اپنی ذات کا تجزیہ کیا! سٹاک مارکیٹ کے ریٹ' انوسٹمنٹ کے ریٹ مَیں کتنا چیک کرتا ہوں' جبکہ میرا ہدایت کا معاملہ آگے گیا یا پیچھے گیا' یہ کتنا چیک کرتا ہوں! چیک کریں پچھلے ۲۴ گھنٹوں میں ہم نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے جنّت کا سوال کتنی مرتبہ کیا جو مفت میں ملنے والی شے نہیں! اسی طرح جہنّم سے بچنے کا سوال کتنی مرتبہ کیا؟ پتا چل جائے گا کہ ہم دعا مانگنے میں کتنے سنجیدہ ہیں!

تیسری بات: کھانے کا سوال

((يَا عِبَادِيْ! كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهٗ ، فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ اُطْعِمْكُمْ))

''میرے بندو! تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے سوائے اُس کے جسے مَیں کھانا دوں' پس تم مجھ سے کھانا مانگو تو مَیں تمہیں ضرور کھانا دوں گا۔''

ہم کہتے ہیں کہ مَیں نے کھالیا' حالانکہ یہ دعا بچپن سے یاد کی ہوئی ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا...... ''تمام شکر اور تعریف اللہ کے لیے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا......'' ایک آدھ حرف کے فرق سے زمین آسمان کا فرق واقع ہو جاتا ہے۔ مَیں نے کھایا نہیں بلکہ اُس نے مجھے کھلایا۔ یوں اوقات یاد رہے گی اور ایک ایک لقمہ کی قدر و قیمت واضح ہوگی۔ میرا زیادہ وقت کراچی میں گزرتا ہے۔ ہم اپنے شہروں میں دیکھ سکتے ہیں کہ بڑے بڑے رہائشی علاقوں میں کھانا ڈمپ ہوتا ہے۔ ذرا صبح جا کر چیک کرلیں' شاید وہاں کچھ لوگ کچرے میں سے کھاتے ہوئے نظر آئیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ناشکری ہو رہی ہے۔

پھر ہم روتے ہیں کہ ہماری معیشت سنبھل نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ (ابراھیم)

''اگر تم شکر کرو گے تو مَیں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا' اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔''

اور عذاب صرف آخرت ہی میں نہیں آتا' دنیا میں بھی نازل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے! اب ہماری مادّی حاجات کا ذکر ہو رہا ہے۔ ہم کس قدر ایک ایک لقمہ کے محتاج ہیں۔ ہم سب کو پتا ہے کہ ہم سارے محتاج ہیں لیکن بھول جاتے ہیں۔ اس لیے دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ایک ایک دعا میں پورا عقیدہ آ جاتا ہے' پوری فکر آ جاتی ہے۔ ایک ایک دعا ہماری اوقات یاد دلاتی ہے اور ربّ العزت کی عظمت بیان کرتی ہے۔

چوتھی بات: لباس کا سوال

((يَا عِبَادِيْ! كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهٗ ، فَاسْتَكْسُوْنِيْ اَكْسُكُمْ))

''میرے بندو! تم میں سے ہر ایک برہنہ ہے سوائے اُس کے جسے مَیں لباس پہناؤں' پس تم مجھ سے لباس طلب کرو تو مَیں تمہیں لباس دوں گا۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے چن چن کر ہمیں دعائیں سکھائی ہیں۔ لباس کی دعا ہے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مَنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ))

''تمام شکر اور تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے یہ لباس پہنایا اور میری طاقت اور قوت کے بغیر مجھے عطا فرمایا۔''

یہ تفصیل اپنی جگہ پر ہے کہ ایک لقمہ جو مَیں منہ میں لیتا ہوں اس کے پیچھے اللہ کی قدرت کے کس قدر نظارے ہیں۔ کپڑا جو مَیں اپنے جسم پر پہنتا ہوں اس کے پیچھے قدرت کے کس قدر نظارے ہیں۔ مَیں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور نعمتوں کا کس قدر محتاج ہوں!

پانچویں بات: مغفرت کا سوال

((يَا عِبَادِيْ! اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ، وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا' فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ))

''میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو اور مَیں تمام گناہ معاف کرنے والا ہوں' پس تم مجھ سے مغفرت طلب کرو تو مَیں تمہیں بخش دوں گا۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ خالق ہے' اُس کو پتا ہے کہ بندے خطا کریں گے۔ خطا ہو جانا کوئی بڑا مسئلہ نہیں' لیکن

خطا پر اَڑ جانا مسئلہ ہے۔ شیطان اَڑ گیا تو راندۂ درگاہ ہوا' جبکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوگئی یا ہمیں سمجھانے کے لیے کرادی گئی اور وہ جھک گئے تو اللہ تعالیٰ نے خلافت دے کر انہیں زمین پر بھیج دیا۔ جھکنے میں عظمت ہے اور اَڑنے میں بربادی ہے۔ بہرحال خطا ہو جائے تو معافی مانگنے پر اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کرے۔ اس کا ذکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن پاک میں جابجا کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (الملک)

''اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾ (البروج)

''وہ جو ارادہ کرلے' کر گزرنے والا ہے۔''

﴿لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ﴾ (الانبیاء)

''وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے جوابدہی نہیں ہوسکتی اور ان سب کی جوابدہی ہوگی۔''

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

(المائدۃ)

''اب اگر تُو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں۔ اور اگر تُو انہیں بخش دے تو تُو زبردست ہے' حکمت والا ہے۔''

﴿يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (الفتح: ۱۴)

''وہ بخشے گا جس کو چاہے گا اور عذاب دے گا جس کو چاہے گا۔''

امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' جن کا مقام وشرف ہے' وہ دن میں سو سو مرتبہ استغفار کرتے تھے' حالانکہ آپؐ تو خطاؤں سے پاک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرض نمازوں میں سلام پھیر کر پڑھتے تھے:

((اللّٰهُ اكبر ، استغفر اللّٰه ، استغفر الله ، استغفر الله))

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازیں کیسی ہوں گی! قیام' رکوع اور سجدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا کیفیات ہوتی ہوں گی! اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈائریکٹ کلام کا کیسا معاملہ رہتا ہوگا! اس سب کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازوں کے بعد استغفار کا اہتمام ضرور کرتے تھے۔ علماء نے اس کی دو حکمتیں بیان کی ہیں: (۱) اُمّت کی تعلیم کے لیے' (۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عاجزی کا اظہار۔ یعنی مالک تیرے حکم پر سجدے تو کیے' جھک تو گئے لیکن اس جھکنے میں اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو اس پر بھی استغفار۔

یہ تو ہمارا خیال ہے کہ استغفار کا اہتمام صرف گناہوں پر ہونا چاہیے۔ وہاں استغفار نیکیوں پر ہو رہا ہے

اور نیکی بھی سیّد المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ یہ اُمّت کی تعلیم کے لیے ہے‘ مگر بندہ غور تو کرے۔ آپ ﷺ کی یہ کیفیت تھی تو ہمیں کس قدر استغفار کا اہتمام کرنا چاہیے! اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے! کوئی کہے کہ مَیں نے سُنّت کے مطابق سو مرتبہ گِن کر استغفار کر لیا۔ ایک ہے سُنّت کا علم ہونا اور ایک ہے سُنّت کا فہم ہونا۔ جو ذات خطاؤں سے پاک اور معصوم ہے وہ اگر اس قدر استغفار کر رہی ہے تو جو گناہ گار ہیں انہیں کتنا استغفار کرنا چاہیے! یہاں پر فہم سُنّت درکار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں استغفار کی کثرت کی توفیق عطا فرمائے!

چھٹی بات: بے نیاز ہستی

((يَا عِبَادِيْ! اِنَّــكُمْ لَنْ تَـبْلُغُوْا ضَرِّيْ فَتَضُرُّوْنِيْ ، وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِيْ فَتَنْفَعُوْنِيْ))

’’میرے بندو! تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے کوئی نقصان پہنچاؤ‘ اور نہ تم میرے نفع کو پہنچ سکتے ہو کہ مجھے کوئی نفع پہنچاؤ۔‘‘

اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو بے نیاز ہے‘ تم فقیر ہو۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ﴾ (محمد:٣٨)

’’اور اللہ غنی ہے اور محتاج تو تم ہی ہو۔‘‘

وہ الصمد ہے‘ بے نیاز ہے۔ سب اُس کے محتاج ہیں‘ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم سارے کے سارے عبادت گزار ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں۔ اسی طرح اگر تم سارے کے سارے فاسق و فاجر ہو جاؤ تو اُس کا کوئی نقصان نہیں۔ نفع اور نقصان کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے نہ کہ تمہارے پاس۔ معاملات اسباب کے تحت چلتے ہیں جو اللہ نے تمہارے لیے بنائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسباب کا پابند نہیں ہے‘ وہ محتاج نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بی بی مریم سلام اللہ علیہا کے بارے میں مسیحیت کے ماننے والوں نے الوہیت کا جو تصوّر اختیار کیا تھا‘ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تین سادہ لفظوں میں اس سارے تصوّر کو ردّ کر دیا۔ فرمایا:

﴿كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ﴾ (المائدۃ:٧٥)

’’دونوں کھانا کھاتے تھے۔‘‘

یہ جملہ قرآن کریم میں اس لیے آیا کہ جو کھاتا ہے وہ محتاج ہے‘ جو پیتا ہے وہ محتاج ہے اور محتاج کو تم معبود بنائے بیٹھے ہو! اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان تو یہ ہے: ﴿وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ﴾ (الانعام:١٤) ’’وہ (ساری مخلوق کو) کھلاتا ہے اور اُس کو کھلایا نہیں جاتا۔‘‘ بہرحال اللہ تعالیٰ کے ساتھ نفع نقصان کا کوئی معاملہ نہیں ہے‘

بلکہ یہ اختیار رکھنے والا تو خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ اگلے الفاظ اسی کے تسلسل میں ہیں۔

ساتویں بات: اللہ کو عبادات کی حاجت نہیں

((يَا عِبَادِيْ! لَوْ اَنَّ اَوَّلَـكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّـكُمْ، كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْكُمْ، مَا زَادَ ذٰلِكَ فِيْ مُلْكِيْ شَيْئًا۔ يَا عِبَادِيْ! لَوْ اَنَّ اَوَّلَـكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّـكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ، مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُّلْكِيْ شَيْئًا))

''میرے بندو! تم میں سے اگلے پچھلے، انسان اور جن، اگر سب کے سب اپنے میں سے متقی ترین دل والے شخص کی مانند بن جائیں تو اس سے میری حکومت میں بالکل اضافہ نہ ہوگا۔ میرے بندو! اگر تم میں سے اگلے پچھلے، انسان اور جن، سب کے سب اپنے میں سے فاجر ترین دل والے شخص کی مانند بن جائیں تو اس سے میری حکومت میں بالکل کمی نہیں آئے گی۔''

کیا ہم سارے کے سارے انسان اور جنات شمار کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! شروع سے آخر تک ان کا شمار کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہماری عبادات کی حاجت نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بالفرض ایک شخص اپنی پیدائش سے موت کے وقت تک سجدے کی حالت میں رہے تو وہ بھی کل قیامت کے دن کھڑا ہوگا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے جلال کو دیکھے گا تو ساری زندگی کے اس عمل کی اس کی نگاہوں میں کوئی حیثیت نہیں ہوگی (جامع ترمذی)۔ تم سارے کے سارے فاسق وفاجر ہو جاؤ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں۔ تم سارے کے سارے متقی، پرہیزگار ہو جاؤ تو بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں۔ انسان یہ اعمال اپنے فائدے کے لیے کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ﴾ (العنکبوت:٦)

''اور جو کوئی بھی جہاد کرتا ہے تو وہ اپنے (ہی فائدے کے) لیے جہاد کرتا ہے۔''

﴿وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ﴾ (النمل:٤٠)

''اور جو شکر ادا کر رہا ہے تو اپنے ہی بھلے کے لیے۔''

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾ (الجاثیۃ:١٥)

''جس کسی نے اچھا کام کیا تو اُس نے اپنے ہی (بھلے کے) لیے کیا۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو تمہارے سجدوں، محنتوں اور عبادات کی کوئی حاجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی قسم کے زعم اور تکبّر سے ہماری حفاظت فرمائے!

آٹھویں بات: ہر حاجت اللہ ہی سے مانگو

((یَا عِبَادِیْ! لَوْ اَنَّ اَوَّلَـکُمْ وَآخِرَکُمْ، وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ، قَامُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَاحِدٍ فَسَاَلُوْنِیْ))

''میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے' انسان اور جن' تمام کے تمام کھلے میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگیں۔''

الفاظ پر غور کیجیے' بڑے پیارے الفاظ ہیں۔ آج ہم ۲۲ کروڑ کے لیے پریشان ہیں جبکہ اللہ فرماتا ہے کہ اگلے پچھلے سارے جن و انس جمع ہو کر ایک چٹیل میدان میں کھڑے ہو جائیں اور سارے کے سارے مجھ سے سوال کر لیں ...... کیا کیا سوال کریں گے؟ آئی فون ۱۴ مل جائے؟ vivo کا نیا ماڈل مل جائے! آج یہی سوچ ہے نا! اب تو پرچیاں ملتی ہیں کہ مولوی صاحب دعا کرا لیں مراکش جیت جائے۔ سارا اسلام اور جہاد تو ''فیفا'' کے فٹ بال ٹورنامنٹ میں رہ گیا۔ دعا کرا دیں پاکستان انڈیا سے میچ جیت جائے۔ جہاد گویا کرکٹ کے میدان میں نظر آ رہا ہے۔ کوئی اللہ کی رحمت' اللہ کی ہدایت' اللہ کا فضل' اللہ کا کرم' اللہ کی عطا' کوئی حسنہ' کوئی عافیت بھی تمہاری لسٹوں میں ہے کہ نہیں؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتا ہے جاؤ سارے کے سارے سب کچھ مانگ لیں۔ آگے فرمایا:

((فَاَعْطَیْتُ کُلَّ اِنْسَانٍ مَسْاَلَتَـهٗ))

''اور مَیں ہر ایک کو اُس کے مانگنے کے مطابق دیتا جاؤں۔''

یہ تو خالق کائنات ہی کہہ سکتا ہے۔ حکومت تو کہے گی میرا بجٹ ختم ہو رہا ہے' حکمران کہے گا کہ مَیں تو ویسے ہی نقصان میں چل رہا ہوں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتا ہے کہ نہیں' سارے کے سارے سب کچھ مانگیں اور ہر ایک کو مَیں اُس کے مانگنے کے مطابق عطا کر دوں۔

((مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِمَّا عِنْدِیْ اِلَّا کَمَا یَنْقُصُ الْمِخْیَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ))

''تو اس سے میرے خزانوں میں بس اتنی سی کمی آئے گی جتنی سمندر میں سوئی ڈبو کر نکالنے سے سمندر میں کمی آتی ہے۔''

یہ ہے ایمان کا مسئلہ۔ پس مانگنے والے بنو! خود کو مستحق بنانا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا عالم تو یہ ہے کہ کسی نے بڑا پیارا جملہ کہا: ''پتھر کا زمانہ اس لیے ختم نہیں ہوا کہ پتھر ختم ہو گئے' بلکہ اللہ نے کچھ اور دے دیا''۔ اللہ نے تمہارے لیے دُنیا سجائی' جاؤ محنت کرو اور حاصل کرو۔ جیسے کہا جاتا ہے: مَنْ جَدَّ وَجَدَ ''جو محنت کرے گا' پالے گا''۔ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کمی نہیں ہے۔

نویں بات: اَعمال کومحفوظ رکھنے والی ذات

((یَا عِبَادِیْ! اِنَّمَا هِیَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِیْهَا لَكُمْ))

''میرے بندو! یہ توتمہارے ہی اعمال ہیں' جن کو مَیں تمہارے لیے محفوظ کررہا ہوں۔''

سورۃ المجادلہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ﴾ (آیت ٦) ''اللہ نے ان (اعمال) کو محفوظ کر رکھا ہے جبکہ وہ انہیں بھول چکے ہیں۔'' بندے توعمل کر کے بھول گئے لیکن ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ (مریم) ''اور آپؐ کا ربّ بھولنے والانہیں ہے۔'' بندوں کی تو بڑی بڑی ہارڈ ڈِسکس کریپٹ ہوجاتی ہیں' ڈیٹا لیک ہوکرنکل جاتا ہے یا اُڑ جاتا ہے' لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں سے کچھ اُڑنے والانہیں ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ﴿اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ (بنی اسرائیل) ''پڑھ لو اپنا اعمال نامہ! آج تم خود ہی اپنا حساب کرلینے کے لیے کافی ہو۔''

زیرِدرس حدیث میں آگے فرمایا:

((ثُمَّ اُوَفِّیْكُمْ اِیَّاهَا))

''پھر مَیں تمہیں ان ہی کی پوری پوری جزادوں گا۔''

یہی ہماری پوچھ گچھ ہے۔ گورا چٹا چہرہ ہے تو اس پر جنّت نہیں ہے۔ سیاہ چہرہ ہے تو اس پر جہنّم نہیں ہے۔ یہ غیراختیاری شے ہے۔ امریکہ میں پیدا ہوا تو محض وہاں پیدا ہونے کی بنیاد پر جنّت نہیں مل جائے گی اور سری لنکا میں پیدا ہوا ہوگا تو اس وجہ سے جہنّم میں نہیں ڈالا جائے گا' بلکہ تمہارے اَعمال پر ہی تمہیں نتائج ملیں گے۔ البتہ:

((فَمَنْ وَجَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰهَ))

''پس جو شخص اچھا نتیجہ پائے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔''

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ﴾

(الاعراف: ۴۳)

''اور وہ کہیں گے: کُل شکر اور کُل تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچادیا' اور ہم یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے اگر اللہ ہی نے ہمیں نہ پہنچادیا ہوتا۔''

جب سُنّت کی تعلیم سامنے ہوتو فکر اور سوچ سیدھی ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص تم میں سے اپنے عمل کی بنیاد پر جنّت میں داخل نہیں ہوگا۔'' پوچھا گیا: کیا آپ ﷺ بھی؟ فرمایا: ''ہاں! مَیں بھی نہیں' جب تک کہ اللہ کی رحمت میرے شامل حال نہ ہو۔'' سیّد المرسلین ﷺ یہ فرمارہے ہیں تو

باقیوں کی حیثیت کیا ہے؟ یہاں حدیثِ قدسی میں رب تعالیٰ فرما رہا ہے:

((وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ))

''اور جسے اچھا نتیجہ نہ ملے تو وہ صرف اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۖ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴾ (الجاثية)

''جس کسی نے اچھا کام کیا تو اُس نے اپنے ہی (بھلے کے) لیے کیا' اور جس کسی نے بُرا کام کیا تو اس کا وبال بھی اُسی پر ہوگا' پھر تم اپنے ربّ کی طرف لوٹا دیے جاؤ گے۔''

بندہ بدی کرے گا تو وبال اُسی پر آئے گا۔ یہ بندوں کے اعمال ہی ہیں جو اللہ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں اور بندے کو جہنّم کی طرف لے جائیں گے۔ جنّت میں جانے والا محض اللہ کے فضل سے جائے گا۔ ہاں! اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شانِ کریمی ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے:

﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ (النحل)

''داخل ہو جاؤ جنّت میں اپنے اعمال کے بدلے میں۔''

یعنی جاؤ جنّت میں اپنے اعمال کے سبب۔ وہ جو چاہے سو کہے' لیکن بندے کی بندگی کا تقاضا یہی ہے کہ وہ کہے: مالک یہ تیری عطا اور فضل ہے' وگرنہ مَیں تو اس قابل نہ تھا۔ جہنّم میں جانے والا اپنے آپ کو ملامت کرے' نہ کہ کسی اور کو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں جہنّم سے محفوظ فرمائے اور جنّت الفردوس عطا فرمائے۔ یہ بڑا پیارا کلام ہے۔ اس حدیثِ قدسی میں دس مرتبہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے خطاب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین!

(جامع القرآن' قرآن اکیڈمی لاہور میں ۱۶ دسمبر ۲۰۲۲ء کا خطابِ جمعہ)